ڈراما

ڈراما یونانی زبان کا لفظ ہے، جس کے معنی ہیں 'کرنا'۔ ادب میں یہ ایسی صنف ہے جس میں کرداروں ،مکالموں اور مناظر کے ذریعے کسی کہانی کو پیش کیا جاتا ہے۔ قدیم ہندوستان میں سنسکرت کاویہ میں بھی اس کی روایت بہت مضبوط تھی اور اس کو ''ناٹیہ'' کہا جاتا تھا۔

ارسطو نے ڈرامے کو زندگی کی نقّالی کہا ہے۔داستان، ناول اور افسانے کے مقابلے میں ڈراما اس لحاظ سے حقیقت سے قریب تر ہوتا ہے کہ اس میں الفاظ کے ساتھ ساتھ کردار، اُن کی بول چال اور زندگی کے مناظر بھی دیکھنے والوں کے سامنے آجاتے ہیں۔کرداروں کی ذہنی اور جذباتی کشمکش کو مکالمے اور آواز کے اُتار چڑھاؤ کے ذریعے پیش کیا جاتا ہے۔ ڈراما بنیادی طور پر اسٹیج کی چیز ہے لیکن ایسے بھی ڈرامے لکھے گئے ہیں اور لکھے جاتے ہیں جو صرف سُنانے اور پڑھنے کے لیے ہوتے ہیں۔ ریڈیو کی وجہ سے ڈراموں کی مقبولیت میں اضافہ ہوا ہے اور ٹیلی وِژن پر جس طرح کے پروگرام سب سے زیادہ پیش کیے جاتے ہیں اُن کا تعلق کسی نہ کسی طرح ڈرامے ہی کی صنف سے ہوتا ہے۔

ارسطو نے ڈرامے کے اجزائے ترکیبی میں چھے چیزوں کو ضروری قرار دیا ہے۔قصّہ، کردار،مکالمہ، خیال،آرائش اور سنگیت۔لیکن ضروری نہیں کہ ہر ڈرامے میں سنگیت یا موسیقی کا عنصر ہو۔ پلاٹ،کردار، مکالموں اور مرکزی خیال کا ہونا البتہ ضروری ہے۔ ڈرامے کی کامیابی کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس میں واقعات کی کڑیاں اس طرح ملائی جائیں کہ وہ نقطۂ عروج تک پہنچ سکیں اور ناظرین کی توجہ ایک نکتے یا خیال پر مرکوز ہو جائے۔اس کے بعد ڈراما انجام کی طرف بڑھتا ہے۔ واقعات سے جو نتیجہ برآمد ہوتا ہے، وہ انجام کے ذریعے پیش کر دیا جاتا ہے۔حق و باطل اور خیر وشر کی کش مکش ،بنیادی انسانی اقدار اور سماجی،قومی وسیاسی مسائل کو ڈراموں میں پیش کیا جاتا ہے۔

اردو میں ڈرامے کا آغاز واجد علی شاہ کے زمانے میں ان کے ڈرامے ''رادھا کنھیّا'' سے ہوا۔ امانت کی ''اندر سبھا'' بھی اسی زمانے میں لکھی گئی جو بے حد مقبول ہوئی۔''اندر سبھا'' کے اثر سے بعد کے پارسی اردو تھیٹر میں بھی رقص وموسیقی کا خاصا زور رہا۔انیسویں صدی کے آخر اور بیسویں صدی کے آغاز میں اردو تھیٹر نے بہت ترقی کی اور آغا حشر کے ڈرامے بہت مشہور

© NCERT not to be republished

ہوئے۔اس کے بعد امتیاز علی تاج، ڈاکٹر سیّد عابد حسین، پروفیسر محمد مجیب، اشتیاق حسین قریشی، فضل الرحمٰن، محمد حسن، حبیب تنویر، اور ابراہیم یوسف نے ڈراما نگاری پر خصوصی توجہ کی۔ کرشن چندر، سعادت حسن منٹو، راجندر سنگھ بیدی، ریوتی سرن شرما اور کرتار سنگھ دُگّل نے بھی ریڈیائی ڈرامے لکھے اور ڈراما نگاری کی روایت کو مزید استحکام بخشا۔

© NCERT not to be republished

حبیب تنویر

(1923 – 2009)

حبیب تنویر کا اصل نام حبیب احمد خاں اور تنویر تخلص تھا۔ ادبی اور ثقافتی دنیا میں وہ حبیب تنویر کے نام سے جانے جاتے ہیں۔ ناگ پور یونیورسٹی سے بی۔اے کرنے کے بعد آل انڈیا ریڈیو میں ملازم ہوگئے۔ ابتدا میں انھوں نے فلمی گیت اور مکالمے لکھے پھر قدسیہ زیدی کے ہندوستانی تھیٹر میں شامل ہوگئے۔لندن اور جرمنی میں ڈرامے کی تکنیک پر مہارت حاصل کی۔

حبیب تنویر نے بہت سے اردو ڈرامے لکھے، جنھیں بہت سے مشرقی اور مغربی ملکوں میں اسٹیج کیا گیا۔ ان میں ''سات پیسے''، ''چرن داس چور''، ''ہرما کی کہانی''، ''آگرہ بازار''، ''شاجاپور کی شانتی بائی''، ''مٹی کی گاڑی'' اور ''میرے بعد'' بہت مشہور ہوئے۔ ان کا ایک بڑا کارنامہ یہ بھی ہے کہ اپنے ڈراموں کے ذریعے انھوں نے چھتیس گڑھ کے لوک کلاکاروں کو قومی سطح پر روشناس کرایا۔

حبیب تنویر کو قومی اور بین الاقوامی سطح کے کئی اعزازات سے نوازا گیا ہے۔حکومتِ فرانس نے ان کو اپنی سوانح لکھنے کے لیے اسکالرشپ دی تھی۔

ہندی، بنگالی، مراٹھی، اور یورپ کی کئی زبانوں میں ان کے ڈرامے ترجمہ ہو چکے ہیں۔

© NCERT not to be republished

5286CH11

آگرہ بازار

بازار کے لوگ (ڈرامے کے کردار)

پہلا فقیر
دوسرا فقیر
ککڑی والا
تربوز والا
کُتب فروش
برتن والا
پتنگ والا
ریچھ والا
برف والا
کان کا میل صاف کرنے والا
لڈّو والا
پان والا
داروغہ

پہلا سپاہی
دوسرا سپاہی
بے نظیر
شہدا
پنساری
مداری
شاعر
ہمجولی
کتاب کا گاہک
اجنبی
لڑکا
لڑکی (نظیر کی نواسی)
راہ گیر، ٹولی اور بچے وغیرہ

© NCERT not to be republished

پہلا ایکٹ

(دوفقیر ''شہر آشوب'' گاتے ہوئے ہال کے اندر داخل ہوکر اسٹیج پر جاتے ہیں۔ ایک ہاتھ میں کشکول اور تسبیح اور دوسرے میں ایک ڈنڈا اور لوہے کے کڑے لیے ہوئے پردے کے سامنے کھڑے ہوکر نظم سناتے ہیں اور تال پر کڑے بجاتے جاتے ہیں۔)

جتنے ہیں آج آگرے میں کارخانہ جات   سب پر پڑی ہے آن کے روزی کی مشکلات
کس کس کے دکھ کو روئیے، اور کس کی کہیے بات   روزی کے اب درخت کا ہلتا نہیں ہے پات
ایسی ہوا کچھ آ کے ہوئی ایک بار بند

(نظم پڑھتے ہوئے اسٹیج کے باہر چلے جاتے ہیں اور ساتھ ہی پردہ بڑی تیزی سے اُٹھتا ہے۔ بازار پر عجیب بے رونقی ہے۔ تل کے لڈّو والا اور دوسرے پھیری والے آواز لگاتے ہیں۔ لیکن کہیں سنوائی نہیں ہوتی۔ پس منظر میں ایک نسوانی آواز طبلے اور سارنگی پر گا رہی ہے۔ (پان کی دوکان کے اوپر کوٹھے آباد ہیں۔) پتنگ والے کی دوکان بند ہے۔ کتب فروش کے یہاں دو ایک گاہک کتابیں دیکھ رہے ہیں۔ ککڑی والا یہاں آکر ککڑی بیچنے کی کوشش کرتا ہے۔ گاہک کتاب کی دوکان سے نکل کر پان والے کے یہاں پہنچ جاتے ہیں اور کتب فروش اپنے حساب کتاب میں لگ جاتا ہے۔)

لڈّو والا : دھیلے کے چھ چھے، بابو جی دھیلے کے چھ چھے، ہم سے مندا کوئی نہ بیچے، کھا کے دیکھو میاں، تل کے لڈّو، مصری کے سمان میٹھے۔

تربوز والا : تربوز، ٹھنڈا تربوز، دل کی گرمی نکالنے والا، جگر کی پیاس بجھانے والا، ٹھنڈا تربوز
(راہ گیر بے نیازی سے گزر جاتے ہیں)

ککڑی والا: تازہ ککڑیاں، ہاں ہاں تازہ ککڑیاں۔ کُرکری، ہری بھری، دمڑی کی چار۔

کان کا میل صاف کرنے والا: دانت کرید و کان کا میل نکالو، ایک چھدام میں دو کام۔

پان والا : آؤ بابو جی۔ پان کھاؤ، منہ رچاؤ۔ الائچیاں کتر ڈالی ہیں الائچیاں۔

(کچھ لوگ داخل ہوتے ہیں۔ ککڑی والا آواز لگا کر ان کی طرف بڑھتا ہے اور ان کا راستہ روک کر کھڑا ہو جاتا ہے۔ اتنے میں ایک مداری دائیں طرف بندر لیے ہوئے داخل ہوتا ہے اور اپنے تماشے سے عجب رنگ جما دیتا ہے۔ پھیری والے، بچّے لڑکے اور راستہ چلنے والے سب اس کے گرد جمع ہو جاتے ہیں۔)

مداری : (بندر نچاتا ہے) ہاں جرا ناچ دکھا دو ناچ۔ آگرہ سہر میں ناچ دکھا دو۔ بچہ لوگ ایک ہاتھ کی تالی بجاؤ۔ اچھا جرا بتاؤ تو ہولی میں مردنگ کیسے بجاؤ گے (بندر مردنگ بجاتا ہے) اور پتنگ کیسے اڑاؤ گے۔ (بندر نقل کرتا ہے) اور بانکے بن کر مہادیو جی کے میلے میں کیسے جاؤ گے؟ (بندر کج کُلاہی کی چال چلتا ہے) اور برسات آ گیا تو؟ (بندر پھسل پڑتا ہے) ارے بھئی واہ اور اگر ٹھنڈی لگا تو؟ (بندر بدن میں کپکپی پیدا کرتا ہے) اور بڑھا ہو گیا تو؟ (بندر لاٹھی ٹیک کر چلتا ہے) اور مر گیا تو؟ (بندر لیٹ جاتا ہے) ہندو کو رام کی کسم اور مسلمان کو قرآن کی کسم۔ جرا ایک ایک قدم پیچھے ہٹ جاؤ۔ اچھا اب بتاؤ نادر ساہ دلی پر کیسے جھپٹا تھا۔ (بندر مداری کو ایک لاٹھی مارتا ہے) ارے تم سارے دلی سہر کو مار ڈالو گے بس کرو بڑے میاں بس کرو۔ اچھا احمد ساہ ابدالی دلی پر کیسا جھپٹا تھا۔ (بندر لاٹھی مارتا ہے) ہاں ہاں ہاں تم سارے ہندوستان کو روند ڈالو گے بڑے میاں بس کرو۔ اور سورج مل جاٹ آگرہ سہر پر کیسا جھپٹا تھا؟ (وہی نقل) اوہو مر گیا، مر گیا بس کرو بڑے میاں بس کرو۔ اچھا بتاؤ پھرنگی ہندوستان میں کیسا آیا تھا (بندر بھیک مانگنے کی نقل کرتا ہے) اور پلاسی کی لڑائی میں لاٹ صاحب نے کیا کِیا تھا؟ (بندر پیٹ بجاتا ہے اور کمزوری کا اظہار کرتا ہے) اکال پڑ گیا تھا (بندر لیٹ جاتا ہے) لوگ باگ بھوک سے مر گیا تھا۔ اور ہمارا کیسا حالت ہے؟ (بندر پھر پیٹ بجاتا ہے) اور کل ہمارا کیسا حالت ہو جائے گا؟ (بندر گر جاتا ہے) پھر ہمارے کو کیا کرنا چاہیے؟ (بندر لوگوں کے پاس جاتا ہے پیروں پر سر رکھ کر لیٹ جاتا ہے) سلام کرو (بندر پھر سلام کرتا ہے۔ لوگ کھسکنے لگتے ہیں)

ککڑی والا: تازہ ککڑیاں۔ ہاں ہاں تازہ ککڑیاں۔ (مداری غصّے میں جھپٹتا ہے اور ککڑی والے کے ہاتھ سے ٹوکرا چھین کر پھینک

دیتا ہے۔ککڑیاں سڑک پر بکھر جاتی ہیں)

(سب اپنے اپنے خونچے چھوڑ کر جھگڑے میں لگ گئے ہیں۔ موقع غنیمت پا کر کچھ اُچکّے اور بازار کے لونڈے ریوڑیاں، ککڑیاں، لڈو وغیرہ لوٹنا شروع کردیتے ہیں اس سے فساد اور بڑھتا ہے۔ کمہار کے ایک دو برتن ٹوٹ جاتے ہیں لوگ اپنی اپنی دوکانیں بند کرلیتے ہیں۔ فقیر گاتے ہوئے اندر آتے ہیں)

کیسا ہی آدمی ہو پر افلاس کے طفیل — کوئی گدھا کہے اسے، کوئی ٹھہراوے بیل
کپڑے پھٹے تمام، بڑھے بال پھیل پھیل — منہ خشک، دانت زرد، بدن پر جما ہے میل
سب شکل قیدیوں کی بناتی ہے مفلسی

برتن والا : ایسے لڑے کہ خوب لڑے خوب ہی لڑے۔ اب میں نے تم لوگوں کا کیا بگاڑا تھا۔ ایک تو مندا بازار اوپر سے ٹوٹا۔ میری دو ٹھلیاں پھوڑ دیں۔

ککڑی والا: یہاں تو دیوالہ نکل گیا۔ کل بارش میں ککڑیاں برباد ہوگئیں اور آج چار آنے کا ادھار مال لے کر آیا تھا جس میں آدھا صاف۔

لڈّو والا : ابے کالیے تو نے ہی جھگڑا شروع کیا تھا۔ بس اب چُپکا بیٹھا رہ۔

تربوز والا: بس اب پھر سے چھیڑ خانی مت نکالو۔ نہیں تو نہ تمھارے پاس ایک لڈّو بچے گا نہ میرے پاس ایک تربوز۔

ککڑی والا: (ایک شہدے کو گزرتا دیکھ کر) میاں!

شہدا : کیا ہے میاں؟

ککڑی والا: کیا آپ شاعری کرتے ہیں؟

شہدا : ابھی تک تو توفیق نہیں ہوئی۔ مگر آپ کو مطلب؟

ککڑی والا: یوں ہی!

شہدا : عجب پاگلوں سے سابقہ پڑتا ہے۔ (چلا جاتا ہے)

شاعر : (ہمجولی کے ساتھ آتے آتے رک کر) کہتے ہیں اور کیا خوب کہتے ہیں۔ ؎

نہ مل میؔر اب کے امیروں سے تو
ہوئے ہیں فقیر اُن کی دولت سے ہم

© NCERT not to be republished

ہمجولی : سبحان اللہ!

ککڑی والا: (پاس جا کر) سبحان اللہ۔ میری بھی ایک چھوٹی سی غرض ہے......

شاعر : اماں کیا بات ہے؟

ککڑی والا: اگر آپ دو چار شعر میری ککڑیوں پر لکھ دیتے تو میں آپ کا بڑا احسان مانتا۔

(شاعر قہقہہ لگاتا ہے)

شاعر : ارے بھئی ہماری کیا حقیقت ہے کہو تو کسی استاد سے لکھوا دیں۔

ہمجولی : کیا بات ہے؟

شاعر : کہتے ہیں ہماری ککڑیوں پر دو چار شعر لکھ دیجیے۔ میں نے عرض کیا کہ کہو تو استاد سے کہہ کر اس نایاب موضوع پر ایک نظم لکھوادوں۔

ککڑی والا: اتنے بڑے شاعر بھلا وہ سڑی سی ککڑی پر کیا شعر کہیں گے؟

شاعر : بھئی صاف بات یہ ہے کہ ککڑی جیسے حسین موضوع پر جب تک کوئی پایے کا شاعر زور آزمائی نہ کرے حق ادا نہ ہوگا اور ہم ٹھہرے نومشق، اس لیے ہمارے بس کا تو یہ روگ ہے نہیں۔ (ہنستے ہوئے دونوں کتب فروش کی دوکان کی طرف بڑھ جاتے ہیں)

تربوز والا: (دائیں طرف سے لڈّو والے کے پاس جا کر) یہ ککڑی پر شعر لکھوانا چاہتے ہیں کسی شاعر سے۔

لڈو والا: ارے تو وہی شعر کیوں نہیں یاد کر لیتا جو مداری نے کہا تھا۔ کھالو ککڑی وکڑی نہیں تو دوں گا لکڑی۔

تربوز والا: ہاں اور کیا۔ (دونوں ہنستے ہیں)

تربوز والا: (کتب فروش کی دوکان پر ایک کتاب دیکھتے ہوئے) ملاحظہ کیجیے کہتے ہیں ؎

دلی میں آج بھیک بھی ملتی نہیں انھیں
تھا کل تلک دماغ جنھیں تخت و تاج کا

کتب فروش: (اپنی مسند پر بیٹھتے ہوئے) واہ واہ سبحان اللہ...... سنا ہے جُنوں کے دورے پڑنے لگے ہیں ان دنوں میؔر صاحب پر؟

شاعر : دم غنیمت سمجھیے۔ اسّی سے اوپر ہونے کو آئی۔

ہمجولی : پھر کیا کیا زمانے دیکھے ہیں میؔر صاحب نے۔ اسی شہر میں عزیزوں کی بے وفائی دیکھی۔ گھر چھوڑا، وطن چھوڑا، دلی

چھوڑی، در در کی خاک چھانی، ایرانیوں اور تورانیوں کے حملے دیکھے۔ افغانوں، روہیلوں، راجپوتوں، جاٹوں اور مراٹھوں کی دَست بُرد دیکھی۔ دیکھا کہ دلی کی گلیوں میں خون کے دریا رواں ہیں اور انسانوں کے سرکٹوروں کی طرح تیر رہے ہیں۔ اپنا گھر آنکھوں کے سامنے لُٹتے دیکھا۔ ع

گھر جلا سامنے ایسا کہ بجھایا نہ گیا

یہ سب دیکھا۔ اب لکھنؤ میں گوشہ گیر ہیں اور فرنگیوں کی غارت گری دیکھ رہے ہیں۔

کتب فروش: سچ کہتے ہو بھائی، عجب گردشوں کا زمانہ ہے۔ مجھے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ سلطنتِ مغلیہ نہیں ہے ایک زبردست قوی ہیکل شیر ببر ہے جس پر سینکڑوں کُتّے بِلّیوں نے حملہ کر دیا ہے اور اسے زخموں سے چور اور لاچار دیکھ کر آسمان سے چیل اور گدھ بھی جمع ہو گئے ہیں اور ٹھونگیں مار مار کر اس کی تِکّا بوٹی کر رہے ہیں اور وہ شیر ہے کہ نہ تو اسے کراہنے کی مہلت ہے نہ مرجانے کا یارا۔

شاعر : بھئی بہت خوب مولوی صاحب۔ یہ زبان اور یہ اندازِ گفتگو! ہم تو نام کے شاعر ہیں۔ آپ تو بات بات میں شاعری کرتے ہیں۔

کتب فروش: آپ حضرات کی صحبت کا نتیجہ ہے اور کیا۔

ہمجولی : (شاعر سے) آپ کا دیوان تو اب مکمل ہو گیا ہوگا؟

شاعر : صاحب! شاعر کا کلام اس کی زندگی کے ساتھ ہی تکمیل کو پہنچتا ہے۔ بہرحال اتنے شعر ضرور ہو گئے ہیں کہ کتابی صورت میں آجائیں۔

کتب فروش: لیجیے اور آپ نے مجھ سے ذکر تک نہیں کیا۔

شاعر : گھر کی بات تھی، سوچا کسی بھی وقت مسوّدہ آپ کے سپرد کر دوں گا کہ جو جی میں آئے کیجیے۔

کتب فروش: غضب نہ کیجیے صاحب۔ مسوّدہ کل ہی میرے یہاں پہنچا دیجیے۔

شہدا : اے دل آرام، جے سیتا رام۔

بےنظیر : (مسکرا کر) کیا چاہتے ہو؟

شہدا : عرضِ حال۔

بےنظیر : فرماؤ۔

© NCERT not to be republished

شہدا : سری رام چندر نے لنکا فتح کیا اور تمھارے سورما حسن نے میرے دل کا گڑھ۔

بے نظیر : اس بات کا گواہ؟

شہدا : ہنومان! (حسینہ ہنس دیتی ہے اور دونوں ساتھ باتیں کرتے ہوئے نکل جاتے ہیں) اے چھیل چھبیلی رنگ رنگیلی گانٹھ گٹھیلی تجھے کس نام سے پکاریں؟

بے نظیر : لونڈی کو بے نظیر کہتے ہیں۔ کیا میں جناب کا اسمِ شریف دریافت کر سکتی ہوں؟

شہدا : مجھے بدرِ منیر کہتے ہیں۔ اور رہنے والی تم کہاں کی ہو؟

بے نظیر : میں حُسن پورہ کی رہنے والی ہوں اور سرکار؟

شہدا : یہ ناچیز عشق نگر میں رہتا ہے۔

شہدا : اے گل اندام، دل آرام، پری زاد صنم، باقاعدہ تعارف تو ہو چکا اب کچھ سنا دو۔

بے نظیر : جو حکم: کہیے کیا سناؤں؟

شہدا : صورت کی بے نظیر ہو آواز کی بھی بے نظیر ہوگی۔ کچھ بھی سناؤ کچھ پھڑکتی ہوئی آپ بیتی سناؤ تو کیسی رہے؟

بے نظیر : (ہنستے ہوئے) اچھا تو میاں نظیؔر کی ایک چیز سنیے۔ میری آپ بیتی سمجھ کر ہی سنیے گا اور یہ کچھ غلط بھی نہیں۔

(گانے کے دوران داروغہ بھی آکر بیٹھ جاتا ہے۔ بے نظیر اشارے سے سلام کرتی ہے۔ داروغہ ''جیتی رہو'' کہہ کر بیٹھ جاتا ہے)

شہدا : واہ وا! کیسی اچھّی آپ بیتی سنائی ہے۔ یہ میاں نظیؔر بھی عجیب کرشموں کے آدمی ہیں۔ کیا آپ کے یہاں ان کا آنا جانا ہے؟

بے نظیر : جی ہاں، لیکن ادھر ایک مدّت سے تشریف نہیں لائے۔ کیا آپ کی ان سے ملاقات ہے؟

شہدا : نہیں صاحب۔ پر ان کی یہ چیز سن کر ملاقات کی خواہش پیدا ہوئی ہے۔ خیر اس وقت تو آپ کی ملاقات کے آگے ساری دنیا ہمارے لیے ہیچ ہے۔

(لوگ اشارہ پا کر اٹھ رہے ہیں۔ داروغہ بے نظیر کو ایک طرف بلاتا ہے)

داروغہ : ذرا ایک بات سنو۔ کیا اندر جانے کی اجازت نہیں؟

بے نظیر : سر آنکھوں پر۔ لیکن اس وقت میری طبیعت ناساز ہے۔

شہدا : اچھّا خدا حافظ۔

داروغہ : خدا حافظ۔

بے نظیر : آداب۔

(داروغہ نیچے اتر جاتا ہے)

شہدا : (اندر مڑتے ہوئے) عجب چونچ ہے!

بے نظیر : جانتے نہیں شہر کا داروغہ ہے۔ آپ بھی کمال کرتے ہیں۔

شہدا : داروغہ ہے تو کیا مجھے گھول کے پی جائے گا۔

بے نظیر : اچھا بس اب آیئے (دونوں اندر چلے جاتے ہیں)

داروغہ : (ککڑی والے کے پاس آ کے) اتنی دیر کہاں رہا تو؟

ککڑی والا: پھیری پر تھا حضور۔

داروغہ : تم لوگ شہدے پن پر اتر آئے ہو؟

ککڑی والا: سرکار میرا کوئی قصور نہیں۔ وہ لڈّو والا مجھے مارنے کے لیے کھڑا ہو گیا تھا۔

داروغہ : میرے آدمی تحقیق کر رہے ہیں کہ جھگڑے کی بنیاد کون آدمی تھا۔

ککڑی والا: داروغہ جی سبیرے سے کچھ نہیں بیچا ہے سونے سے پہلے چھدام دو چھدام کی ککڑی بِک گئی تو روزی۔ نہیں تو روزہ۔

(داروغہ چلا جاتا ہے)

(فقیر گاتے ہوئے آتے ہیں)

پیسا جو ہو تو دیو کی گردن کو باندھ لائے
پیسا نہ ہو، تو مکڑی کے جالے سے خوف کھائے
پیسے سے لالا، بھیا جی اور چودھری کہائے
بِن پیسے، ساہوکار بھی ایک چور سا دکھائے
پیسا ہی رنگ روپ ہے، پیسا ہی مال ہے
پیسا نہ ہو تو آدمی، چرخے کی مال ہے

© NCERT not to be republished

(ککڑی والا اس نظم کے دوران اندر آتا ہے اور پیچھے کھڑے ہوکر بہت غور سے نظم سنتا ہے)

ککڑی والا: (بڑی حسرت سے) میری ککڑی پر کوئی نظم نہیں لکھ دیتا۔

(فقیر گاتے ہوئے واپس آتے ہیں۔ ککڑی والا باہر جانے لگتا ہے، پھر اندر آتا ہے اور آواز لگاتا ہے مگر فقیر نکل جاتے ہیں۔ ککڑی والا سر پکڑ کر بیٹھ جاتا ہے۔ فقیروں کا گانا اب تک فضاؤں میں گونج رہا ہے کہ پردہ تیزی سے گر جاتا ہے)

(پردہ)

دوسرا ایکٹ

(پردہ کھلنے سے پہلے فقیر اسی طرح ہال میں سے گزر کر پردے کے سامنے کھڑے ''بنجارا نامہ'' سناتے ہیں)

(فقیر چلے جاتے ہیں)

ٹک حرص و ہوس کو چھوڑ میاں، مت دیس بدیس پھرے مارا
قزّاق اجل کا لوٹے ہے دن رات بجاکر نقّارا
کیا بدھیا، بھینسا، بیل، شتُر، کیا گوئیں، پلّا، سَر بھارا
کیا گیہوں، چاول، موٹھ، مٹر، کیا آگ، دھواں، کیا انگارا
سب ٹھاٹھ پڑا رہ جاوے گا، جب لاد چلے گا بنجارا

(صبح ہورہی ہے کچھ دکاندار آچکے ہیں کچھ ابھی دکانیں کھول رہے ہیں۔ پھیری والے آوازیں لگا رہے ہیں)

ککڑی والا: آج صبح ہی صبح سپاہی بازار میں کیوں چکر لگا رہے ہیں بے؟

تربوز والا: کہاں؟ ہم نے تو کوئی سپاہی نہیں دیکھا۔

لڈو والا: ابے کالیے تجھے پکڑنے کے لیے آئے ہوں گے۔

(شاعر اور ہمجولی کتب فروش کی دوکان پر آتے ہیں)

ککڑی والا: ابے آنے دے تجھے کیا پڑی ہے۔ میں تو کہتا ہوں اچھا ہے پکڑ لے جائیں پیٹ پر پتھر باندھے دن بھر ٹانگے توڑتا

رہتا ہوں۔ اس سے اچھا ہے حوالات میں بیٹھو، آرام سے کھاؤ، موج کرو، جلنے والے جلا کریں۔

(پتنگ والا طوطے کا پنجرا ہاتھ میں لیے گنگناتا ہوا آتا ہے اور دوکان کھولتا ہے)

پتنگ والا: مبارک ہو رامو، سنا ہے تیرے یہاں لڑکا ہوا اور خوب ڈھولک بجی۔

برتن والا: ارے بھیّا تم کہاں چلے گئے تھے؟

پتنگ والا: میں گیا تھا میاں نظیر کے ساتھ تیراکی کا میلہ دیکھنے۔ واپس آتا ہوں تو کیا دیکھتا ہوں کہ دکان کا جرمانہ ہو گیا ہے۔ اماں یار یہ بیٹھے بٹھائے اچھی چپت پڑی۔

برتن والا: تم کہہ دینا میری دوکان تو بند تھی۔ گواہ موجود ہیں۔ میں گواہی دے دوں گا۔

پتنگ والا: کون سنتا ہے تمھاری داد و فریاد۔

(ایک لڑکا داخل ہوتا ہے اور پتنگ کی دوکان پر جاتا ہے)

لڑکا: کل کہاں غائب ہو گئے تھے؟

پتنگ والا: صاحب! ذرا تیراکی کا میلہ دیکھنے چلے گئے تھے۔

لڑکا: ہم یہ سمجھے، بس پتنگ وتنگ بیچنا چھوڑ دیا آپ نے۔

پتنگ والا: پتنگ بازی اور پتنگ فروشی ہم سے چھوٹ جائے، اجی توبہ کیجیے۔ کہیے کون سی پتنگ چاہیے۔ ہر رنگ، ہر نوع، ہر بہار، ہر مذاق کی پتنگیں موجود ہیں۔ حضور! کون سی پتنگ لیجیے گا۔ دو دھاریا، گلہریا، پہاڑیا، دوباز، لل پُرا، گھائل، لنگوٹیا، ٹُکلا، دوپنا، دھیر، تربوزیا، پیندی پان، دوکونیا، گل سرا، ککڑی، چوگھڑا، باجرا، کج کلا، چمچکا، تکّل مانگ دار......!

لڑکا: بس بھئی نام تک نہیں سنے ان پتنگوں کے اپنی زندگی میں۔

پتنگ والا: پھر کیا پتنگ اڑاتے ہیں آپ؟

لڑکا: اڑا لیتے ہیں تھوڑی بہت۔ آپ تو ہمیں سیدھا سادہ دو دھاریا دے دیجیے۔

پتنگ والا: دو دھاریا لیجیے۔

لڑکا: دام؟

پتنگ والا: پچیس کوڑی۔

لڑکا: یہ لیجیے۔

(لڑکا پتنگ لے کر باہر نکل جاتا ہے)

(ایک فقیر ہری کفنی پہنے کھڑا ہے اور رو رہا ہے۔ پتنگ والا اسے پہچان کر اس کی طرف لپکتا ہے)

پتنگ والا: ارے کون منظور حسین؟ کیا حال ہے؟ (فقیر چپ کھڑا رہتا ہے)

ایک آدمی: ان کو ہم نے تو کبھی بات کرتے سنا نہیں۔

بنی پرشاد: (آگے بڑھ کر) تمھیں نہیں معلوم۔ کوئی ایک برس سے ان کا یہی حال ہے۔

(میاں نظیر کی نواسی اچھلتی کودتی گنگناتی داخل ہوتی ہے)

پتنگ والا: ارے بیٹا!

نواسی : ابھی آئی۔ (یہ کہہ کر دوسری طرف نکل جاتی ہے۔ سپاہی جو وہیں کھڑے نظمیں سن رہے تھے اور بار بار مُڑ کر اوپر کوٹھے کی طرف نگاہیں پھینک رہے تھے پان کی دوکان پر آتے ہیں)

(مداری ریچھ لیے داخل ہوتا ہے۔ اس کے پیچھے بچّے ہیں۔ ریچھ کا ناچ ہوتا ہے)

مداری : ''جب ہم بھی چلے ساتھ چلا ریچھ کا بچّہ''

(مداری چلا جاتا ہے۔ نظیر کی نواسی ایک کھلونا لیے نظر آتی ہے۔ پتنگ والا اس کی طرف بڑھتا ہے اور اسے کھینچ کر اپنی دوکان پر لاتا ہے۔)

نواسی : (کھلونا دکھاتے ہوئے) میں یہ لینے گئی تھی۔

پتنگ والا: نانا سے پیسے چٹ لیے ہوں گے۔ کیوں؟

نواسی : نہیں تو۔

پتنگ والا: پھر کیا مفت ہاتھ آ گیا کھلونا؟

نواسی : گھر میں پڑے تھے۔

پتنگ والا: گھر میں کیا پڑے تھے؟

نواسی : میں بتاؤں؟ ہمارے نانا پیسے کو ہاتھ نہیں لگاتے۔

پتنگ والا: اور تم نے اٹھا لیا۔

نواسی : سب تھوڑا ہی۔ (اچھل کر بھاگ جاتی ہے پتنگ والا ہنستا ہے)

© NCERT not to be republished

پتنگ والا: (ہنسی سے) حال ہی کا واقعہ ہے روپوں کی تھیلی لیے نواب سعادت علی خاں کے پاس سے آدمی آیا۔ رات بھر روپیہ گھر میں پڑا رہا اور روپے کی وجہ سے میاں نظیر کو نیند نہ آئی۔ صبح کو جواب میں کہلا بھیجا کہ ذرا سے تعلق سے تو یہ حال ہے اگر زندگی بھر کا ساتھ ہو گیا تو نہ جانے کیا ہوگا۔ بلاوے بہت آئے پر میرا یار آگرے سے نہ ٹلا۔ ہر بار یہ کہہ کر ٹال گیا کہ میں ماشہ بھر کا قلم چلانے والا میری کیا مجال۔ بس یہیں بیٹھے ساری دنیا دیکھ لی کہتے ہیں۔ (آواز اٹھا کر)

سب کتابوں کے کھل گئے معنی
جب سے دیکھی نظیر دل کی کتاب

(فقیر ''آدمی نامہ'' گاتے ہوئے اندر آتے ہیں۔ اس نظم میں اسٹیج کے سب لوگ شامل ہو جاتے ہیں۔ ہر بند ایک نیا آدمی اٹھاتا ہے اور ٹیپ کی طرح پر سب ایک ساتھ تین بار دہراتے ہیں ''زردار بے نوا ہے سو ہے وہ بھی آدمی'')

دنیا میں بادشاہ ہے، سو ہے وہ بھی آدمی — اور مفلس و گدا ہے، سو ہے وہ بھی آدمی
زردار، بے نوا ہے، سو ہے وہ بھی آدمی — نعمت جو کھا رہا ہے، سو ہے وہ بھی آدمی
ٹکڑے جو مانگتا ہے، سو ہے وہ بھی آدمی

مسجد بھی آدمی نے بنائی ہے یاں میاں — بنتے ہیں آدمی ہی امام اور خطبہ خواں
پڑھتے ہیں آدمی ہی قرآں اور نماز یاں — اور آدمی ہی ان کی چراتے ہیں جوتیاں
جو ان کو تاڑتا ہے، سو ہے وہ بھی آدمی

یاں آدمی پہ جان کو وارے ہے آدمی — اور آدمی ہی تیغ سے مارے ہے آدمی
پگڑی بھی آدمی کی اتارے ہے آدمی — چلا کہ آدمی کو پکارے ہے آدمی
اور سن کے دوڑتا ہے، سو ہے وہ بھی آدمی

بیٹھے ہیں آدمی ہی دکانیں لگا لگا — کہتا ہے کوئی، لو، کوئی کہتا ہے، لا رے لا
اور آدمی ہی پھرتے ہیں رکھ سر پہ خوانچا — کس کس طرح سے بیچے ہیں چیزیں بنا بنا
اور مول لے رہا ہے، سو ہے وہ بھی آدمی

© NCERT not to be republished

مرتے ہیں آدمی کا کفن کرتے ہیں تیار　　نہلا دھلا اٹھاتے ہیں کاندھے پہ کر سوار
کلمہ بھی پڑھتے جاتے ہیں، روتے ہیں زارزار　　سب آدمی ہی کرتے ہیں مردے کا کاروبار
اور وہ جو مرگیا ہے، سو ہے وہ بھی آدمی

اشراف اور کمینے سے لے، شاہ تا وزیر　　ہیں آدمی ہی صاحبِ عزّت بھی اور حقیر
یاں آدمی مرید ہیں، اور آدمی ہی پیر　　اچھّا بھی آدمی ہی کہاتا ہے اے نظیؔر
اور سب میں جو بُرا ہے، سو ہے وہ بھی آدمی
اور مفلس و گدا ہے، سو ہے وہ بھی آدمی
اور مفلس و گدا ہے، سو ہے وہ بھی آدمی

(گانے والوں کی آواز اور سازوں کی صدا یکبارگی بہت اونچی اٹھتی ہے اور بہت تیزی سے پردہ گر جاتا ہے)

پردہ

(حبیب تنویر)

مشق

لفظ و معنی

شہر آشوب	:	شہر کی تباہی کو بیان کرنے والی شاعری
کشکول	:	مانگنے کا پیالہ خصوصاً فقیروں کا
پس منظر	:	اصل سے پیچھے کا منظر
نسوانی	:	عورت کی
دھیلا	:	آدھا پیسہ
راہ گیر	:	راہ چلنے والا

© NCERT not to be republished

بے نیازی	:	دل چسپی نہ لینا
چھدام	:	دمڑی
مردنگ	:	ایک قسم کا باجا
کج کلاہی	:	ٹیڑھی ٹوپی مراد روایت سے بغاوت
افلاس	:	غریبی
طفیل	:	متعلق
مُفلسی	:	غریبی
شُہدا	:	غیر مہذّب شخص، لُچّا، آوارہ
سابقہ	:	پہلے کا، واسطہ
نایاب	:	بہت قیمتی، جو مل نہ سکے
زورآزمائی	:	طاقت یا صلاحیت کا آزمانہ
نومشق	:	نیا، کوشش کرنے والا
ملاحظہ	:	دیکھیے
مسند	:	تکیہ لگا کر بیٹھنے کی جگہ
دست برد	:	لوٹ کھسوٹ، لوٹ مار
گوشہ گیر	:	تنہائی پسند
غارت گری	:	تباہی، بربادی
قوی ہیکل	:	طاقت ور، بھاری بھرکم
ٹھونگیں مارنا	:	بیچ کی انگلی دوہری کر کے مارنا
مکمّل	:	پورا
تکمیل	:	مکمل
تکّا بوٹی	:	ٹکڑے ٹکڑے

© NCERT not to be republished

مسوّدہ	:	چھپنے کے لیے تیار کتاب
قشقہ	:	تِلک
گل اندام	:	پھول سے جسم والا، محبوب
بدرِمنیر	:	مثنوی سحرالبیان کی ہیروئن
ہیچ	:	کم تر، نیچا
تحقیق	:	سچ کی تلاش
ٹُک	:	ذرا
حِرص	:	لالچ
قزّاق	:	لٹیرا
اجل	:	موت
نوع	:	طرح، قسم
مذاق	:	شوق، پسند
کفنی	:	سبز رنگ کا ایک چھوٹا کپڑا
ماشہ	:	تولنے کا ایک پیمانہ
زردار	:	سونا رکھنے والا مُرادامیر
بے نوا	:	جس کی آواز نہ ہو یعنی غریب
تیغ	:	تلوار
زارزار رونا	:	خوب آنسو بھر کے رونا
مرید	:	کسی بزرگ یا صوفی کو ماننے والا
اشراف	:	شریف کی جمع
پیر	:	بزرگ، صوفی
یک بارگی	:	ایک بار

© NCERT not to be republished

سوالات

1۔ ڈرامے کے پہلے ایکٹ میں بازار کی بے رونقی کا کیا منظر اسٹیج کیا گیا ہے؟
2۔ آگرہ بازار سے لوگ بے نیازی سے کیوں گزر جاتے ہیں؟
3۔ بندر لیے مداری نے اپنے تماشے سے کیا رنگ جمایا؟
4۔ بازار میں جھگڑے کا کیا نقشہ پیش کیا گیا ہے؟
5۔ ہمجولی نے میر صاحب کے بارے میں کیا بتایا؟
6۔ کتب فروش نے سلطنت مغلیہ کے بارے میں کیا خیال پیش کیا؟
7۔ روپے، پیسے سے متعلق نظیر کی کیا بے نیازی بیان کی گئی ہے؟

زبان وقواعد

☆ نیچے لکھے ہوئے مرکب الفاظ سے جملے بنائیے:

زورآزمائی　گوشہ گیر　غارت گری　نومشق　اسم شریف　ناچیز　لوگ باگ

غور کرنے کی بات

• اس ڈرامے میں ایک خاص دور کی تہذیبی، تاریخی اور معاشرتی منظر کشی کی گئی ہے۔اس ڈرامے میں نظیر اکبرآبادی اسٹیج پر کبھی نظر نہیں آئے ہیں۔لیکن آگرہ کے بازار میں موجود تمام لوگوں کو کسی نہ کسی طرح سے متاثر کر رہے ہیں۔ دراصل نظیر اکبرآبادی بازار میں موجود تمام لوگوں کی نمائندگی کر رہے ہیں اور وہ انھیں کے ذریعے بازار میں اپنی موجودگی کا احساس دلاتے ہیں۔ڈرامے کے آخر میں شامل نظم آدمی نامہ، اس ڈرامے کا بنیادی موضوع

© NCERT not to be republished

ہے جس میں بہت قسم کی خوبیوں اور خامیوں والے آدمیوں کا ذکر کیا گیا ہے۔غور کرنے کی بات یہ ہے کہ زندگی میں ہر قسم کے لوگوں سے سابقہ پڑتا ہے۔

عملی کام

☆ ڈرامے میں پتنگ کی جو مختلف قسمیں بتائی گئی ہیں، ان کے نام لکھیے۔
☆ اس ڈرامے کے کسی ایک منظر کو اسٹیج پر پیش کیجیے۔

© NCERT not to be republished